بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وسائر النبیین والذین اتبعوھم باحسان الی یوم الدین۔ "حمد خدا کے لیے ہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔ اور صلوٰۃ وسلام ہے سیّدنا محمدؐ اور تمام انبیاء پر اور ان سب لوگوں پر جو روزِ جزا تک سچائی کے ساتھ ان کی پیروی کریں"۔

اس کے بعد میں اعلان کرتا ہوں کہ ہدایت صرف وہ ہے جو خدا کی طرف سے اس کے نبی لائے، اور اس کے سوا سب گمراہی ہے۔ پیروی کے قابل صرف نبی کا طریقہ ہے اور اس کے سوا ہر دوسرے طریقہ کی پیروی باطل ہے نور صرف اللہ کی کتاب میں ہے اور اس کو چھوڑنے والے کے لیے تاریکیوں میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں۔ بندگی، اطاعت، محبت سب کچھ خدائے واحد کے لیے ہے، اور ہر وہ اطاعت و محبّت فاسد ہے جو لوجہ اللہ نہ ہو۔ فلاح و کامرانی صرف خدا کے قانون کی حکومت میں ہے، اور اس کے سوا ہر دوسرے قانون کی حکومت انسان کے لیے غارت گر و تباہ کُن ہے۔ خدا کا قانون بالکلیہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر معاملہ میں مسلمان کا رہنما ہے اور وہ شخص گمراہی میں مبتلا ہے جو بعض معاملات کو اس قانون کا تابع اور بعض کو اس سے آزاد رکھنا چاہتا ہے۔

اس اشاعت سے "ترجمان القرآن" کی زندگی کا ساتواں سال شروع ہو رہا ہے، اور میں اس سال کا آغاز بھی اسی مالک عالم و عالمیان کی حمد و ثنا کے ساتھ کرتا ہوں جس کے فضل و احسان سے مجھ کو اب تک اپنی یہ ناچیز خدمت جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہوتی رہی ہے۔ اللہ اکبر! اس بخشش کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک بے وسیلہ اور بے یار و مددگار آدمی دینی بے حسی، سیاسی و مذہبی جتھے بندی اور اخلاقی انحطاط کے اس دور میں، اس قسم کا ایک کڑوا اور بے لاگ رسالہ

پورے چھ برس نکالتا رہے، اور اس دوران میں اس کو کبھی کسی مخلوق کا منت کش نہ ہونا پڑے انا عند ظن عبدی بی کسی کے لیے تو ادعائی چیز ہوگی، مگر میرے لیے یہ برسوں کی آزمائی ہوئی، پرکھی اور جانچی ہوئی حقیقت ہے۔ میں تو اس کو یوں جانتا ہوں جیسے کوئی آنکھوں دیکھی چیز کو جانتا ہے۔ جیسا گمان میں نے اول روز سے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا تھا، قربان اس ذات پاک کے کہ ویسا ہی اس کو پایا اور برابر پائے جا رہا ہوں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس نے مجھے اپنی خوشنودی کے سوا کسی کی خوشنودی کا طالب نہ بننے دیا، اپنے غضب کے سوا کسی کے غضب سے خوفزدہ نہ ہونے دیا، اور اپنے در کے سوا کسی در کی طرف نظر احتیاج سے دیکھنے تک کا موقع نہ آنے دیا۔ اس نے پوچھا تھا الیس اللہ بکاف عبدہ؟ "کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟" میں نے سچے دل سے اقرار کیا "ہاں تو ہی میرے لیے کافی ہے" اور وہ حقیقت میں میرے لیے کافی ہوگیا، ایسا کافی ہوا کہ میرے اقرار کی لاج رکھنا بھی اس نے اپنے ہی ذمہ لے لیا۔ اس کی کفایت اور کمال درجہ کی کفایت کو حیدرآباد کی گوشہ نشینی میں بھی دیکھ چکا ہوں اور پنجاب کی اس خانہ بدوشانہ زندگی میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ پھر کیوں نہ میرا دل اس کے لیے شکر و احسان مندی کے جذبہ سے لبریز ہوجائے؟ اور کیوں میں اپنے رب سے بدگمانی کروں کہ اس کو چھوڑ کر دوسروں کی خوشنودی کا طالب بن جاؤں؟

اس رسالہ کی ترقی کے لیے بہت سی تمنائیں میرے دل میں ہیں۔ جس طرز پر یہ نکل رہا ہے میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک زبردست انقلابی طاقت بن جائے، خیالات کا رُخ جاہلیت سے اسلام کی طرف پھیر دے۔ افکار کی تطہیر و تنویر اور تعمیر خالص اسلام کے اصولوں پر کرے۔ اسلام جو ایک جامد یادگار قدیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے اس کو یہ ایک نامی متحرک اور محرک نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کرے، اعلیٰ درجہ کی تنقید کے ساتھ دنیا کی ایک ایک گمراہی کا استیصال کرے اور گہری تحقیق کے ساتھ زندگی کے ایک ایک مسئلہ کو اصول اسلام کے مطابق حل کرے۔ یہ تمنائیں دل میں پال رہا ہوں اور چھ برس سے اپنے جسم کی ساری طاقتیں ان کو حاصل کرنے کے لیے خرچ کر رہا ہوں مگر بدقسمتی سے اکیلا اور تنہا ہوں۔ میری طاقت محدود ہے، وسائل مفقود ہیں، اور جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں کر سکتا۔ ساتھ دینے والوں کو ڈھونڈتا پھر رہا ہوں مگر وہ کمیاب ہیں۔ کروڑوں مسلمانوں کی اس بستی میں اپنے آپ کو اجنبی اور غریب پاتا ہوں۔ جس جنون میں مبتلا ہوں اس کا مجنون مجھ کو کہیں نہیں ملتا۔ برسوں سے جن لوگوں تک اپنے خیالات پہنچا رہا ہوں ان کے بھی جب قریب جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دور نظر آتے ہیں۔ ان کی دُھن میری دُھن سے الگ۔ ان کی گرویدگیوں کے مرکز میرے مرکز گرویدگی سے جدا۔ ان کی روح میری روح سے ناآشنا۔ ان کے کان میری زبان سے بیگانہ

یہ دنیا کوئی اور دنیا ہے جس سے میری فطرت مانوس نہیں۔ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اور جن نظریات، جن جذبات، جن اغراض و مقاصد اور جن اصولوں کی بنا پر ہو رہا ہے سب کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے پر میں مجبور ہوں۔ میں اس کے اجزا میں سے بعض کا باغی اور بعض کا حامی نہیں ہوں بلکہ کُل کا باغی ہوں۔ میں ترمیم کا خواہشمند نہیں ہوں بلکہ موجودہ زندگی کی پوری عمارت کو توڑ ڈالنا چاہتا ہوں اور اسکی جگہ خالص اسلامی اصولوں پر دوسری عمارت بنانے کا خواہاں ہوں۔ اس کلّی و ہمہ گیر بغاوت میں کوئی مجھے اپنا ساتھی نہیں ملتا۔ ہر طرف مجھے جزوی باغی ہی ملتے ہیں جو اس بُتخانے کے کسی نہ کسی بُت سے لَو لگائے بیٹھے ہیں۔ ہر ایک کا مطالبہ یہ ہے کہ سب بُتوں کو توڑ دو مگر میرے بُت کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ ایسی حالت میں ناگزیر ہے کہ جُزئی باغی کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر مجھ سے الگ ہو جائیں۔ میرا ساتھ صرف کُلّی باغی ہی دے سکتے ہیں اور وہ کمیاب ہیں۔ جب تک وہ نہ ملیں اپنے محدود وسائل اور اپنی محدود طاقت سے محدود پیمانہ پر میں تنہا جو کچھ کر سکتا ہوں وہی کرتا رہوں گا۔

بعض اوقات اس صورت حال کو دیکھ کر میری بشری کمزوریاں میرا دل توڑنے لگتی ہیں۔ مگر جب وہ آواز میرے کانوں میں آتی ہے جس سے دنیا کے سب سے بڑے مسلمان نے اپنے غار کے رفیق کی ڈھارس بندھائی تھی تو میرے دل کی بجھتی ہوئی آگ پھر بھڑک اُٹھتی ہے: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔

اس رسالہ کی زندگی کا مقصد ابتدا سے حق کا اظہار و اعلان رہا ہے جس طرح حق کسی کی ہوائے نفس کا پابند نہیں اسی طرح یہ رسالہ بھی کسی کی ہوائے نفس کا پابند نہیں، حتیٰ کہ خود رسالہ کے ایڈیٹر کو بھی اپنی شخصی دلچسپیوں اور اپنے مفاد کے لیے اس کے صفحات استعمال کرنے کا حق نہیں ہے۔ اسی بنا پر یہ رسالہ کبھی کسی شخص یا جماعت کا نقیب نہیں بنا، اور نہ اس نے کسی شخص یا جماعت کی مخالفت کو مقصود بالذات قرار دیا۔ حق کسی کے دامن کے ساتھ بندھا ہوا نہیں ہے کہ جدھر جدھر وہ گردش کرے، حق بھی اس کے ساتھ چکر لگاتا رہے۔ لہٰذا کسی شخص یا گروہ کے ساتھ یہ دائمی معاہدہ کر لینا سراسر باطل ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا اس کی تائید و حمایت کی جائے گی۔ اور اسی طرح کسی کی مخالفت کو بھی مسلک بنا لینا حق پرستی کے سراسر خلاف ہے۔ ہمارے پاس صحیح و غلط میں تمیز کرنے کے لیے کتاب و سُنّت کی روشنی اور خدا کی بخشی ہوئی عقل و بصیرت موجود ہے۔ ہم کو اشخاص اور جماعتوں کے حلقۂ غلامی سے آزاد ہو کر اس روشنی میں اس

بصیرت سے کام لے کر دیکھنا چاہیے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ پھر اس طریقہ سے جو کچھ صحیح معلوم ہو اس کی حمایت کرنی چاہیئے اور جو کچھ غلط معلوم ہو اس کی مخالفت کرنی چاہیئے قطع نظر اس کے کہ اس کا فائدہ کسے حاصل ہوتا ہے اور اس کی ضرب کس پر پڑتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ پالیسی جو رسالہ اختیار کرے گا وہ ہمیشہ کسی کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ آج وہ جس کے خیالات و اعمال کو صحیح سمجھ کر اس کی تائید کرتا ہے وہ اس پر خوش ہوتا ہے، اور کل اگر اسی کے کسی دوسرے خیال یا عمل کو وہ غلط سمجھ کر اس کی مخالفت کرے گا تو وہ اس سے ناراض ہو جائے گا۔ یہی اُتار چڑھاؤ اس رسالہ کی زندگی میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور شائد ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ پچھلی ۱۷ اشاعتوں میں سے شائد ہی کوئی اشاعت ایسی گذری ہوگی جس پر کسی نہ کسی شخص یا جماعت کو اس سے شکایت پیدا نہ ہوئی ہو۔

یہ تو وہ صورتِ حال ہے جو ابتدا سے قائم رہی ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ گذشتہ سال کی اشاعتوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر بعض دوستوں کی طرف سے ایسی سخت شکایتیں ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اتنی شکایتوں کی بھرمار مجھ پر نہ ہوئی تھی۔ چونکہ میں اپنے آپ کو غلطی سے پاک نہیں سمجھتا اس لیے میں نے ان تمام تحریروں کو، جن کی شکایت کی گئی ہے، ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھا، اور ان کا موازنہ اپنی اُن سابق تحریروں سے بھی کیا جن پر میرے یہی دوست کبھی تحسین و آفرین کے پھول برسایا کرتے تھے۔ اس موازنہ میں مجھ کو دونوں قسم کی تحریروں کے درمیان کوئی خاص فرق نظر نہ آیا۔ جس قسم کے الفاظ، اسلوب بیان اور طرزِ استدلال سے کام لینے کا میں ہمیشہ خوگر رہا ہوں اسی سے میں نے ان تحریروں میں بھی کام لیا ہے۔ اپنے علم و فہم کے مطابق کسی چیز کو غلط پا کر اس کی تردید جتنے زور سے میں پہلے کرتا تھا اتنے ہی زور سے ان تحریروں میں بھی کی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو پہلے "زورِ بیان" اور "طاقت ور استدلال" کہا جاتا تھا، اسی کو اب تلخی و درشتی سے تعبیر کیا جاتا ہے؟ جو زبان پہلے داد کی مستحق تھی وہی اب شکایت کی سزا وار ہو گئی؟ اس سوال پر میں نے جتنا غور کیا، میری سمجھ میں اس کے سوا کوئی اور وجہ نہ آئی کہ پہلے جن تحریروں کی داد دی گئی تھی ان کی زد میرے ان دوستوں کی مخالف جماعت پر پڑتی تھی اس لیے ان کو اس میں تلخی محسوس نہ ہوئی بلکہ اس کے الفاظ

اوراسلوبِ بیان کو یہ متانت اور قوت استدلال سے تعبیر کرتے رہے ہے۔ مگر اب جن تحریروں پر شکایت فرمائی جارہی ہے ان کی زد خود ان حضرات اور ان کی عقیدت و نیازمندی کے مرکزوں پر پڑتی ہے اس لیے ان میں تلخی، درشتی، یادہ گوئی (بزبان شائستہ "طول کلامی") اور سارے ہی عیوب محسوس کیے جارہے ہیں۔ غالباً میرے ان دوستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ جن خیالات اور تحریکوں کو ہم بھی تمہاری طرح غلط سمجھتے ہوں ان کے مقابلہ میں تو تم کو استدلال کی پوری قوت صرف کردینے کا حق ہے اگر جن خیالات اور تحریکوں کو ہم صحیح سمجھیں اور تم غلط سمجھو ان کے مقابلہ میں تمہیں کمزور استدلال اور پھُس پھسی زبان سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم آسانی کے ساتھ اس کا رد کرسکیں اور عامۃ الناس کے ذہن پر جو اثر تم ڈالنا چاہتے ہو وہ مترتب نہ ہوسکے۔

ہر شخص خود اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ مطالبہ کتنا معقول ہے اور کہاں تک اس کی پروا کی جانی چاہیے جن لوگوں نے اپنے دامن پارٹیوں کے ساتھ باندھ رکھے ہیں، جن کی عقیدتوں کی مرکز چند خاص شخصیتیں ہیں، اور جن کی دلچسپیوں کے دائرے محدود ہیں، وہ ایک آزاد روح اور بے لاگ ضمیر والے انسان کی پوزیشن نہیں سمجھ سکتے۔ میرے دل میں شخصیت پرستی اور پارٹی فیلنگ کے بُت بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اور نہ میں حق کے سوا کسی سے محبت اور باطل کے سوا کسی سے عداوت رکھتا ہوں، اس لیے مجھ سے یہ بن نہیں آتا کہ کوئی غلطی کرے تو میں بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اس کی مخالفت کروں، اور کوئی دوسرا غلطی کرے تو میں زبان پر مہرِ سکوت لگاؤں، یا آواز نکالوں بھی تو وہ اتنی پست ہو کہ گویا حلق میں کچھ پھنس گیا ہے۔

بعض حضرات کو شکایت ہے کہ یہ پرچہ اپنے اصل مسلک اور اعلان کردہ مقصد سے ہٹ کر سیاسیات میں پڑگیا ہے، اور اس نے اپنی اصلی قدر و قیمت کھودی ہے۔ آج اس کے متعلق بھی میں کچھ عرض کردینا چاہتا ہوں

سوال یہ ہے کہ "سیاست ہے کیا چیز؟ اجتماعی زندگی کی تنظیم حاکمانہ قوت کے ساتھ کرنے کا نام سیاست ہے۔ جماعتی زندگی کی صورت گری کرنے میں متعدد اسباب کا دخل ہوتا ہے۔ ایک قسم کے اسباب وہ ہیں جو فکری قوتوں کے واسطے سے جماعت پر اثر ڈالتے ہیں۔ دوسری قسم کے اسباب وہ ہیں جو مادّی ضروریات کے واسطہ سے اثر انداز ہوتے ہیں

تیسری قسم کے اسباب وہ ہیں جو نفاذ علم کی جبری طاقت کے بل پر اپنی تاثیر دکھاتے ہیں۔ ان سب اسباب کے درمیان ایک گہرا ربط ہے۔ یہ خود بھی ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں، اور پھر ان سب کے باہمی تعامل سے اجتماعی زندگی کی شکلیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ جس شخص کو اجتماعی فلاح سے دلچسپی نہ ہو اس کے لیے تو اپنے آپ کو ان مختلف دائروں میں سے کسی ایک دائرے میں محدود کر لینا آسان ہے۔ لیکن جس کی دلچسپیوں کا مرکز یہی بنیادی مسئلہ ہو وہ تو یہ دیکھنے پر مجبور ہے کہ ان سب دائروں میں کیا ہو رہا ہے، اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ اجتماعی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے یہ عہد کر کے بیٹھ جانا محال ہے کہ وہ صرف اعتقادی یا علمی امور سے بحث کرے گا۔ کیونکہ یہ امور فی نفسہٖ اس کے مقصود نہیں ہیں بلکہ اس کو ان سے دلچسپی اس لیے ہے کہ اجتماعی زندگی کی صورت بنانے اور بگاڑنے میں یہ بھی اثر رکھتے ہیں۔ پھر جب کہ معاشی اور سیاسی امور بھی اس تاثیر میں شریک ہوں تو وہ اُن کی طرف سے آنکھیں بند کیسے کر سکتا ہے؟

اس پرچے کو جاری کرنے سے میرا مقصد چند لوگوں کے لیے دماغی عیاشی کا سامان فراہم کرنا اور اس سے اپنی دنیا بنانا تو ہے نہیں۔ میرے سامنے ایک بلند ترین نصب العین ہے جس کے لیے میں نے اس رسالہ کو واسطہ بنایا ہے اور وہ نصب العین یہ ہے کہ خالص اسلامی اصولوں پر اجتماعی زندگی کی تشکیل ہو۔ اس تشکیل میں جتنے اسباب کارگر ہوں گے میں اُن سب سے بحث کروں گا اور جو جو قوتیں اس میں مزاحم ہوں گی ان سب کے خلاف جنگ کروں گا۔ افکار اور نظریات اور علمی تحریکات اُن طاقتوں میں سے صرف ایک طاقت ہیں جو اجتماعی تشکیل کو اسلامی یا غیر اسلامی بنا سکتی ہیں۔ صرف انہی پر بننے اور بگڑنے کا مدار نہیں ہے۔ اگر سیاسی اور معاشی طاقتیں ہمارے نصب العین کے خلاف کام کر رہی ہوں اور وہ زمین پر مسلط ہو جائیں تو اُن کی پشت پر جو افکار و نظریات ہوں گے وہی ساری زمین پر چھا جائیں گے اور اس صورت میں ہمارا قرآنی نکات و لطائف کی شرح و تفسیر کرنا اس کے سوا کوئی معنی نہ رکھے گا کہ ہم ادبی مشاعروں کی طرح کبھی کبھی "قرآنی مشاعرے" کر کے دل بہلا لیا کریں۔ بلکہ یہ بھی چند روز

کی بات ہوگی۔ ہمارے بعد جو نسلیں آئیں گی ان کو دل بہلانے کے لیے بھی اس کی ضرورت نہ پیش آئے گی لہٰذا جب ہمارا مقصد جماعتی تشکیل کو اسلامی بنانا ہے تو ہم غیر اسلامی نظریات و افکار کی طرح اُن معاشی اور سیاسی تحریکات کے خلاف بھی جنگ کرنے پر مجبور ہیں جو غیر اسلامی اصول پر ہوں، اور ہم کسی طرح بھی اس کو گوارا نہیں کرسکتے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی امامت و قیادت کا منصب غیر مسلم کو حاصل ہو جائے۔

مسلمان کے نقطۂ نظر سے "غیر مسلم" کی امامت تمام فتنوں اور فسادوں کا سرچشمہ ہے۔ امام کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ آگے چلنے والا ہو اور دوسرے اس کے پیچھے چلیں۔ یہ پیچھے چلنا خواہ طوعاً ہو یا کرہاً، خواہ اُس کی امامت کو پسند کرکے اس کا اقتدا کیا جائے، یا مصلحت و ضرورت کی بنا پر اسے گوارا کر لیا جائے، یا اس کی امامت مسلّط ہو چکی ہو اور مجبوراً اسے قبول کیا جائے، بہر صورت اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوگا کہ جدھر امام جائے گا مقتدی بھی اسی طرف جائیں گے، اور ظاہر ہے کہ غیر مسلم امام سمت کعبہ کی طرف تو جانے سے رہا۔ جو شخص سرے سے اصول اسلام ہی سے جاہل ہو اور جس کے سامنے زندگی کے کچھ دوسرے ہی اصول ہوں اس کے پیچھے چل کر مسلمان کس طرح یہ امید کر سکتا ہے کہ اُسے اپنے مقصدِ حیات کو پہنچنا نصیب ہوگا؟ اُس کی قیادت میں تو مسلمان کو اپنی منزل مقصود کے خلاف ہی سفر کرنا پڑے گا، خواہ طوعاً کرے یا کرہاً۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ موٹر پر سوار ہوں اور ڈرائیور کوئی دوسرا شخص ہو۔ آپ کو بہر حال اسی طرف جانا پڑے گا جس طرف ڈرائیور جانا پسند کرے گا، خواہ آپ ادھر جانا چاہیں یا نہ چاہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ بس اتنا ہی ہے کہ اسی موٹر میں بیٹھے بیٹھے اپنا منہ آگے کے بجائے پیچھے کی طرف پھیر لیں۔ اس احتجاج یا طفل تسلی سے آپ کے سفر کا رُخ ہرگز نہ بدلے گا، البتہ دوسرے کے ہاتھ میں اسٹیرنگ چھوڑ دینے کی حماقت پر ایک اور حماقت "دشت بمنزل چلنے کی حماقت" کا اضافہ ضرور ہو جائے گا۔

اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ اللہ نے

کافروں کے لیے اہل ایمان پر نفوذ و اثر کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔ اور اسی لیئے فرمایا گیا کہ :

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَھُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔

(البقرہ - ۱۴)

تم سے نہ یہودی راضی ہوں گے اور نہ نصاریٰ جب تک کہ تم اُن کے طریقے کی پیروی قبول نہ کرلو۔ صاف صاف کہدو کہ سیدھا راستہ صرف خدا کا راستہ ہے۔ ورنہ اگر کہیں تم نے اُن کی خواہشات کی پیروی قبول کرلی درآنحالیکہ تمہارے پاس راہ راست کا علم آچکا ہے، تو اللہ کی پکڑ سے کوئی حامی و مددگار تمہیں نہ بچا سکیگا۔

یہ ایک اصولی حقیقت ہے۔ وقت اور حالات اور مقامات کی اس میں کوئی قید نہیں۔ اس بات کو ایک دائمی اصول و قاعدۂ کلیہ کے طور پر جان لیجیے کہ "مسلمان" پیچھے چلنے کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ اسے یا تو دُنیا کا امام ہونا چاہیے، یا کم از کم خود اپنی راہ چلنا چاہیئے۔ جہاں یہ غیر مسلم کے پیچھے چلا اور بس سمجھ لیجیئے کہ اسی آن سمت کعبہ کے خلاف اس کا سفر شروع ہوگیا۔ یہ ممکن ہے کہ سفر کی ابتدائی منزلوں میں کچھ مدت تک اور کافی دور تک اس کی پیشانی پر سیاہ گٹہ نظر آتا رہے اور اس کی زبان سے تلاوت قرآن کی آواز بھی سنی جاتی رہے، مگر اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ چیز بہرحال عارضی ہوگی۔ اور اس میں مسلمان ہی کی کچھ خصوصیت نہیں۔ جو شخص بھی اپنا کوئی مسلک اور اپنے کچھ اصول رکھتا ہے وہ غیر مسلک اور مخالف اصول والے کو اپنا امام نہیں بنا سکتا، اور اگر بنائے گا تو اپنے اصول اور مسلک سے منحرف ہوتا چلا جائے گا

میں امامت کے لفظ کو اس کے وسیع معنوں میں لے رہا ہوں۔ علوم و فنون میں، خیالات اور نظریات میں، تمدن اور معاشرت میں، قانون اور سیاست میں، غرض زندگی کے جس میدان میں بھی غیر مسلم

آپ کا امام ہے، اس میں آپ کا قدم ارتداد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ اس باب میں جغرافی یا نسلی فرق و امتیاز کو کوئی وزن دوں ـــــ آپ کا امام خواہ انگریز ہو یا جرمن یا روسی یا ہندوستانی، اگر وہ غیر مسلم ہے تو میں یہی کہوں گا کہ اس کا اتباع مسلمان رہتے ہوئے آپ نہیں کر سکتے ـــــ میری نگاہ میں اسپنسر اور رسل، مارکس اور لینن، چیمبرلین اور لن لتھ گو کی جو حیثیت ہے وہی گاندھی اور جواہر لال اور بوس اور پٹیل کی حیثیت ہے۔ مسلمان شرقی اور غربی نہیں جانتا۔ وہ صرف مسلم اور کافر کا فرق جانتا ہے۔ اگر وہ مسلم ہے تو اپنے اعتقاد اور افکار میں، اپنے تمدن اور معاشرت میں، اپنی سیاست اور قانون میں اس کو آزاد ہونا چاہیے، اور قرآن و سنت کے سوا کسی کی امامت قبول نہ کرنی چاہیے۔

یہی بات ہے جس کو میں اوّل روز سے کہتا آرہا ہوں اور آخر وقت تک کہتا رہوں گا۔ پہلے اس بات کو علمی و فکری اور تمدنی و معاشرتی معاملات میں کہتا تھا۔ آج اسی کو سیاسی و معاشی معاملات میں کہتا ہوں مجھے سیاسی پارٹیوں کی مصلحتوں سے کچھ سروکار نہیں۔ اور مجھے چھوٹی اور بڑی شخصیتوں کی بھی کوئی پروا نہیں۔ جمعیۃ العلما کا نقیب ہو یا مسلم لیگ کا لیڈر، جو کوئی بھی زندگی کے کسی راستہ میں غیر مسلموں کا اتباع کرتا ہے، میں بلا کسی مداھنت کے صاف کہتا ہوں کہ وہ قرآن کی اصولی تعلیم کے خلاف چلتا ہے اور اس کو مسلمانوں کی پیشوائی کا حق نہیں پہنچتا۔ البتہ فرنگیت مآب لوگوں سے جن کو کبھی اسلامی تعلیم و تربیت کی ہوا تک نہیں لگی، مجھ کو اتنی شکایت نہیں جتنی ان حضرات علماء سے ہے جو اپنا رشتہ تو جوڑتے ہیں شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہید سے، مگر جن پر غیر مسلموں کے سیاسی عروج کا رعب اس قدر طاری ہو گیا ہے کہ وہ علی الاعلان اپنی مغلوبیت کا اظہار کرنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ ان میں سے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ "میں کانگریسی مروں گا"، حالانکہ اللہ نے ان کو مسلمان مرنے کی ہدایت کی تھی۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ کوئی صاحب گاندھی جی کے عدم تشدد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قیام مکہ کے طرز عمل سے تشبیہ دیتے ہیں، حالانکہ دونوں کی اعتقادی اساس

اور اخلاقی فلسفہ میں اتنا عظیم تفاوت ہے جتنا نور اور ظلمت میں ہو سکتا ہے۔ کوئی صاحب گاندھی جی کی پیروی کرنے کے لیے حجت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر غیر مسلم بدرقہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ حالانکہ بدرقے اور سیاسی لیڈر میں جو فرق ہے اس کو ایک جاہل بھی سمجھ سکتا ہے۔ یہ اور ایسی ہی بیسیوں لغویات سننے اور پڑھنے کے بعد ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور مجبوراً ان حضرات سے کہنا پڑتا ہے کہ جب قرآن و حدیث کی تعلیم میں عمریں گذار دینے کے بعد آپ کا یہ حال ہے تو آپ کس منہ سے ان پر اعتراض کرتے ہیں جن کی ساری عمریں فرنگیت میں گذری ہیں۔ حنظل سے حنظل کا مزا پانا اتنا تکلیف دہ نہیں جتنا شہد سے حنظل کا مزا پانا۔

غیر مسلم کی امامت و قیادت کے نتائج اب ہمارے لیے محض نظری و قیاسی نہیں رہے ہیں بلکہ تجربے اور مشاہدے نے ان کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے اور اب ہم سخت نادان ہوں گے اگر اس زہر کو کسی شکل اور کسی صورت میں بھی حلق سے اُتارنے پر راضی ہوں۔ ہم نے تعلیم گاہوں میں فرنگی پروفیسروں کی امامت قبول کی اور انہوں نے ہماری نئی نسلوں کو دل و دماغ کے اعتبار سے مرتد بنا کر چھوڑ دیا۔ ہم نے تمدن و معاشرت میں "صاحب" کو امام بنایا اور انہوں نے ہمارے گھروں تک کے نقشے بدل ڈالے، حتیٰ کہ ہماری عورتیں تک اُن کی عنایت سے اس شان کے ساتھ پھرنے لگیں جس کے ساتھ کبھی ہمارے ہاں کی زنانِ بازاری بھی پھرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ہم نے قانون میں "صاحب" کی امامت تسلیم کی، اور انہوں نے ہم کو وہ قانون دیا جس کی بدولت ہمارے حلال و حرام کے معیار تک بدل گئے، اخلاقی قدریں تک اُلٹ گئیں، ہمارے نوجوانوں کی آنکھیں اب یہ سن کر حیرت سے پھٹ جانے لگیں کہ زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے ہیں، اور چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، اور شراب پینے والا ایسا مجرم ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جانے چاہئیں۔ ہم نے معیشت میں "صاحب" کی امامت مانی تو انہوں

لئے ہم پر وہ نظامِ معاشی مسلّط کیا جس کی بدولت ہمارے ہاں سُود کی حرمت ہی مُشتبہ ہو کر رہ گئی، لوگوں کے دماغ یہ سمجھنے سے عاجز ہو گئے کہ یہ لاٹری، یہ انشورنس، یہ بنکنگ بھی کوئی حرام چیزیں ہیں۔ حتیٰ کہ ہماری قوم میں وہ طبقہ پیدا ہوا جس کے لیے زکوٰۃ حرام اور سود حلال ہے۔ ہم نے "صاحب" کو سیاست میں امام مانا تو انہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ہم کو غلامی کی مکمل ٹریننگ دی اور ہمیں اتنا ذلیل بنا دیا کہ ہزار برس کے غلام تو اپنی حکومت کے خواب دیکھ سکتے ہیں مگر ہم میں یہ خواب دیکھنے کی بھی جرأت نہ رہی۔

اب ہمارے دل میں دنیائے اسلام اور وطن عزیز کی آزادی کا درد اٹھا بھی تو وہ اس فتنہ سامانی کے ساتھ اٹھا کہ صاحب کے بجائے ہم لالہ و پنڈت کے آگے دستِ بیعت دراز کر رہے ہیں۔ اس کی ابھی ابتدا ہے اور ابھی سے بس بھری فصل کٹنی شروع ہو گئی ہے۔ ہاتھ جوڑ کر نمستے کرنے والوں، گاندھی جی کی تقلید میں برت رکھنے والوں، جھنڈے کی سلامی اتارنے والوں، مسلم جج کے مطالبہ پر ہندو پانی اور مسلمان پانی کی مثالیں پیش کرنے والوں کا ذکر چھوڑیے۔ اُن "مجاہدین" ملّت کی طرف دیکھیے جو فرماتے ہیں کہ اسلام کے لیے قربانیاں کرنے والا ہمارے سوا کوئی نہیں۔ اسلام کی حکومت قائم کرنے کا تخیل ان کے لیے اتنا ہولناک ہے کہ اس کو زبان پر لانا ان کے نزدیک خلاف مصلحت ہے۔ اگر کوئی کہدے کہ حکومت صرف اسلام کی ہونی چاہیے اور غیر مسلم کے لیے ذمّی کے سوا کوئی حیثیت اس میں نہیں ہو سکتی، تو اس خطرناک بات کو سن کر ان پر لرزہ چڑھ جاتا ہے۔ جمہوریت کے سراسر باطل اصول پر چُون و چرا کرنے کی ہمت بھی وہ اپنے اندر نہیں پاتے۔ وہ تمنّائیں وابستہ کرتے ہیں ایسی ذلیل باتوں سے کہ مثلاً گاندھی مہاراج کی جگہ بوس مہاراج دلی نعمت ہو جائیں تو بس بیڑا پار ہو جائے ــــ بالکل اسی طرح جیسے غلامی فرنگ کے زمانۂ عروج میں قیاس دوڑائے جاتے تھے کہ فلاں لارڈ صاحب کی جگہ فلانے صاحب بہادر تشریف لے آئیں تو کیا ہی اچھا

ہو ——— اس قسم کی گھٹیا درجہ کی مصلحت بینیوں کو یہ لوگ "سیاست دانی" سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسی سیاست اور ایسا تدبّر صرف اُنہی لوگوں کا طغرائے امتیاز ہو سکتا ہے جن کو غلامی اور شکست خوردہ ذہنیت نے پست حوصلہ اور تنگ نظر بنا دیا ہو۔

ان نتائج کو دیکھ لینے کے بعد اس منبع فتنہ و ضلالت سے جس کا نام امامت غیر مسلم ہے، کسی خفیف سے خفیف درجہ میں بھی مصالحت کا خیال نہیں کیا جا سکتا ——— کیا ان کروڑوں کلمہ گوؤں کی آبادی میں سے چند مردانِ حق بھی ایسے نہ نکلیں گے جو کھڑے ہو کر صاف اعلان کر دیں کہ اطاعت اور اتباع صرف اللہ اور اس کے قانون کے لیے ہے، اور جو اس قانون کو نہیں مانتا اس سے ہماری جنگ ہے، خواہ وہ باہر سے آیا ہو یا اسی سرزمین سے اُبھرا ہو؟